

البدر

خط و کتابت و توسیع اشاعت

ریویو

امدادی فنڈ - منشی محمد یوسف صاحب سابق ہیکلارکریٹ
اقبالہ جنوں ابدر کے امدادی فنڈ کے لئے بذریعہ ایک مراسلہ
کے ذریعہ کی ہے۔ خود اس پر اس طرح عمل درآمد کرتے ہیں۔ یہ روپیہ کارخانہ
کو وصول ہو گیا ہے اور بچے اس امر سے بہت خوشی ہے۔ کہ منشی
صاحب موصوف نے اپنے قول کو عمل کا جامہ پہنا دیا ہے۔ جسکی
آج کل اشاعت و رت ہے۔

منشی محمد دین صاحب گرد اور قانون گوٹے منشی احمد دین صاحب
کی تحریک اور اپنی وسعت وصلگی سے اس سال ۷۵ روپیہ
کارخانہ کی امداد کی ہے۔ اس کے قبل ۷۵ روپیہ ارسال کئے تھے
اور پانچ اب وصول ہو گئے ہیں۔

توسیع اشاعت - منشی محمد اسماعیل صاحب سوداگر چرم ایک
خزیدار ابدر کو دیتے ہیں۔

منشی غلام محمد صاحب کورٹ انٹیکٹر عدالت صدر کشمیر کی
توجہ آج کل خصوصیت سے ابدر کی توسیع اشاعت کی طرف
مائل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کی ہمت اور کوشش کو
بار آور کرے۔ آمین

بقایا دار - احباب کی توجہ خصوصیت سے صفائی صاحب کی
طرف درکار ہے۔ جن اصحاب نے کارخانہ کی ضروریات کو محسوس
کے دی پی وصول کرے ہیں۔ یا خود قیمت ارسال کر دی ہے
میں ان کا شکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس ہمدردی کی ان کو
جزائے خیر عطا کرے۔

استفسار

مکرمی ایڈیٹر صاحب ابدر
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر سننے میں آیا ہے
کہ ممالک متوسط کے بعض اضلاع میں لوگ قلیل عمر میں
بوڑھے ہو کر راہی عالم بقا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ انکی آخری
اور انتہا درجہ کی عمر میں چالیس سال کی ہوتی ہے۔ امید
کہ آپ یا ایسے اخبار گوہر بار پڑھنے والے اس امر پر روشنی
ڈالیں گے۔ کہ آیا اس عمر کے لوگ ممالک متوسط یا کسی اور
ملک میں بود و باش رکھتے ہیں۔ غالباً ہسپنیا یا گوند وغیرہ
اصلی باشندگان ہند ہونگے۔ والسلام
اپکے خادم عبدالرحمان مدرس ہالی سکول دیا

البد اس سال میں جن انقلابوں کا نشانہ ہوتا رہا
ہے۔ اگر غور کیا جاوے۔ تو اس کے نام کے اندر ہی ان تمام انقلابوں کی
خبر اول ہی سے موجود تھی۔ کیونکہ ابتلا کی تاریکیوں اور ظلمتوں
میں زندگی بسر کرنا۔ اور پرہیز اپنی چمک و مک سے عالم کو بڑا
مردم رکھنا بدر کا خاصہ ہے۔ ہمارے آقا اور امام علیہ السلام
نے جس وقت اس کا نام الیدر تجویز فرمایا تھا۔ تو اس وقت ہی
ہمیں یہ خیال گذرنا تھا۔ کہ ابتدائی حالتوں میں اس کی روشنی
ماند بھی ہو جایا کریگی۔ اور یہ سننے عاوا کا العرجون القدریم۔
کا مصداق ہو کر پہلے کمال کو پہنچتا رہے گا۔ صرف اسکی عمر
ابتدائی حالتوں میں انقلابات کو اس نے وابستہ کیا گیا ہے کہ
اس کا نام بدر نہیں۔ بلکہ البدر ہے۔ پس ایک تو اس شخص
کی وجہ سے اور پھر اس وجہ سے کہ یہ اسم مبارک اس مبارک
وجود کا تجویز فرمایا ہے۔ جس کے زمانہ بعثت و ظہور کو نقطہ بدر
سے گہرا تعلق ہے۔ اور جس نے مظفر و مقصور ہو کر قیامت تک
اپنے نور سے اہل عالم کو منور کرے۔ ان وجوہات اور قدر
کے نظاروں پر نظر ڈالکر وحکم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔ کہ
احمدی قوم اس کی سرور اور تسکین بخش روشنی سے سیر اندو
کر اس خلعت کو پسند کریگی۔ جو البدر کی عدم موجودگی سے
پیدا ہو سکتی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے توفیق پاکران بدلیا
کو بچاؤ دیگی۔ جو کہ مخالف ہواؤں کے ذریعہ اس کے عالم تاب
چہرہ کے سامنے آکر اس کی روشنی کو ماند کرتی ہیں۔

البد کے سرپرست اور ہمدرد اصحاب کے لئے یہ بات خوشی کا موجب
ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ کہ اس کی موجودہ اشاعت ۶۰۰ ہے
لیکن اس میں ایک حصہ ایسا بھی ہے۔ جس کی طرف اخبار نقص
قیمت پر ہے۔ اور یا کسی صاحب نے فرخ علی سے کسی کے نام
جاری کر دیا ہو ہے۔ اب اس سال کے آخر میں چونکہ غیر معمولی
التوا اشاعت میں ہو رہا ہے۔ اس لئے ہمیں علم نہیں۔ کہ
سال شروع میں اس اشاعت پر کیا اثر پڑے۔ ہاں یہ ضروری
امر ہے۔ کہ جو لوگ ادون خدمات کے قدر شناس ہیں۔ جو کہ
البد کے ذریعہ قوم کی ہوتی اور جنہوں نے اسے جیلہ سوتیک
..... اس غور و سامی میں پہنچا دیا۔ وہ تو اس کی ضروریات
حق پر نظر ڈالکر کسی صورت سے پہلو ہتی نہ کریں گے۔ اور دوسروں
کی نسبت ہم کیا کہیں۔ ہماری چھٹی نمبر ۳ کے مطالعہ سے ممکن
ہے۔ کہ ان کو بھی استقلال حاصل ہو جاوے۔

رسالہ قدرک - یہ ایک ۴ صفحہ کا رسالہ مرزا محمد نذر علی
صاحب پشاور کی احمدی کی بے نظیر تصنیف ہے۔ مرزا صاحب
اول خود مذہب شیعہ کہتے تھے۔ لیکن فضل اللہ صاحب
جب دستگیری کی تو اس سے کنارہ کش ہو کر حقیقی و دقیق
کے بعد آپ فرقہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ اس لئے آپ جو
کچھ مذہب شیعہ کی فہمت تحریر کریں گے۔ وہ واقعات پر مبنی
ہوگا۔ اس چھٹے رسالہ میں اپنے دوست و سرادھ جیسے ہمتیاروں
کو چھوڑ کر قرآنی حرب سے کام لیا ہے۔ جس کا دار کبھی خطا
نہیں جاسکتا۔ امید ہے کہ احمدی جماعت مرزا صاحب کی
اس خدمت کو قبولیت کی نظر سے دیکھے گی۔

یہ رسالہ ۲ قیمت اور ۲۰ محمولہ اک پر سید عبدالحی صاحب
عرب قادیانی سے بھی ملکتا ہے۔

رسید زر لغایت ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

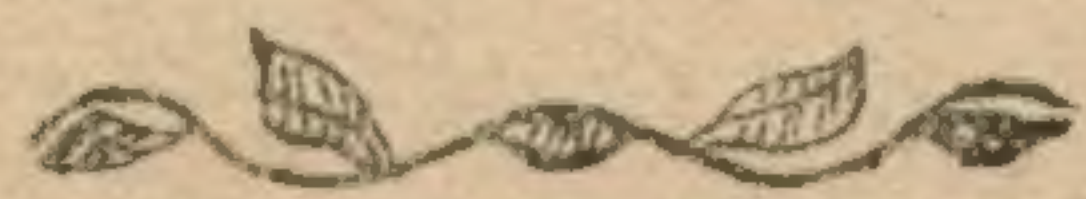
بابو غلام حسین صاحب ۱۰ منشی فقیر احمد صاحب ۱۰
محمد قاسم صاحب شایع پور ۱۰ منشی غلام الہی صاحب ۱۰
خواجہ غلام محمد صاحب کورٹ گام ۱۰ منشی غلام محمد صاحب ۱۰
سید جمال صاحب ڈاکٹر بزم ۱۰ منشی منیل احمد صاحب ۱۰
امدادی فنڈ ۱۰ بات ۱۰

شیخ محمد عبدالرشید صاحب ۱۰ بابو غلام الدین صاحب ۱۰
میان اللہ رکھتا صاحب ۱۰ منشی سر اجین صاحب ۱۰
چودھری کریم صاحب ۱۰ منشی لعل ناس اجت ۱۰
منشی محمد جعفر خان صاحب ۱۰ اشتہار ۱۰

سردار محمد ایوب بیگ صاحب ۱۰ منشی احمد شاہ صاحب ۱۰
منشی محمد حسین صاحب ۱۰ منشی غلام رسول صاحب ۱۰
منشی محمد اور صاحب کوہ ۱۰ میان دولت علی صاحب ۱۰
شیخ مولابخش و فضل کریم صاحب ۱۰ منشی محمد علی صاحب ۱۰
حکیم شاہ نواز صاحب ۱۰ منشی منصف علی صاحب ۱۰
منشی دلاور خان صاحب ۱۰ منشی حیدر خان صاحب ۱۰
جوہر بخش صاحب ۱۰ منشی محمد علی صاحب ۱۰
میان شمس الدین صاحب ۱۰ منشی محمد دین صاحب ۱۰
منشی نواب خان صاحب ۱۰ منشی محمد علی صاحب ۱۰

ایس۔ ایم۔ یوسف صاحب ۱۰ حاجی رحمان بخش صاحب ۱۰
اقبالہ ہمداد

اگلے صفحہ پر جو تقریریں وہ گذشتہ نمبر ۳ کا بقیہ
ہے۔ وہ یکے بعد دیگرے مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء



نوٹ - جو چھٹی اس نمبر میں ہے۔ اسے ضرور ملاحظہ فرمادین۔

میرا

اس عمر کے طے کرنے کے بعد ہر نفس پر تین حالتیں آتی ہیں۔ سب سے اول جو حالت ہوتی ہے۔ اس کا نام نفس آمارہ ہے۔ اس حالت میں انسان کی تمام طبعی قوتیں جوش زن ہوتی ہیں۔ اور اس کی ایسی مثال ہوتی ہے۔ جیسے دریا کا میلاب آجاوے۔ اس وقت قزینہ ہے۔ کہ غرق ہو جاوے یہ جوش نفس ہر قسم کی بے اعتدالیوں کی طرف لے جاتا ہے لیکن پھر اس پر ایک حالت اور بھی آجاتی ہے۔ جس کا نام غر نفس لوامہ ہے۔ اس کا نام لوامہ اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ وہ بری پر ملامت کرتا ہے۔ اور یہ حالت نفس کی ردا نہیں رکھتی۔ کہ انسان ہر قسم کی بے اعتدالیوں اور جوشوں کا شکار ہوتا چلا جاوے۔ جیسا کہ نفس آمارہ کی صورت میں تھا۔ بلکہ نفس لوامہ اسے بدیوں پر ملامت کرتا ہے یہ سچ ہے۔ کہ نفس لوامہ کیمات میں انسان بالکل گناہ سے پاک اور بری نہیں ہوتا۔ مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ اس حالت میں بھی انسان کی شیطان اور گناہ کے ساتھ ایک جنگ ہوتی رہتی ہے۔ کبھی شیطان غالب آجاتا ہے اور کبھی وہ غالب آتا ہے۔ مگر نفس لوامہ والا اللہ قلے کے رحم کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بدیوں کے خلاف اپنے نفس سے جنگ کرتا رہتا ہے۔ آخر اسی کش مکش اور جنگ و جدل میں اللہ قلے اس پر رحم کر دیتا ہے۔ اور اسے وہ نفس کیمات عطا ہوتی ہے۔ جس کا نام مطمئنہ ہے یعنی اس حالت میں انسان شیطان اور نفس کی لڑائی میں فتح پاکر انسانیت اور نیکی کے قلعہ کے اندر آکر داخل ہو جاتا ہے اور اس قلعہ کو فتح کر کے مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس وقت یہ خدا پر راضی ہوتا ہے۔ اور اللہ قلے اس پر راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ پورے طور پر اللہ قلے کی عبادت اور اطاعت میں فنا اور محو ہو جاتا ہے۔ اور اللہ قلے کی مقادیر کے ساتھ اس کو پوری صلح اور رضا حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ قلے نے فرمایا۔

يا ايها النفس المطمئنة الرجعي الى ربك رافية مرضيه فادخلني عبادي وادخلي جنتي۔

یعنی اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پاگیا ہے اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں مل جا۔ اور میرے بہشت کے اندر آجا۔

رضا بالقضاء اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ سچا جو اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ کی رضا کے رضا مل جاوے۔ یہ وہ حالت ہے۔ جہاں انسان اولیا اور ابدال اور مقررین کا دوسرا پاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اللہ قلے سے مکالمہ کا شرف ملتا ہے۔ اور وہی کیماتی ہے اور چونکہ وہ ہر قسم کی تاریکی اور شیطانی شرارت سے محفوظ ہوتا ہے

ہر وقت اللہ قلے کی رضا میں زندہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایک ابدی بہشت اور سرور میں ہوتا ہے۔ انسانی ہستی کا مقصد اعلیٰ اور غرض اسی مقام کا حاصل کرنا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو اسلام کے لفظ میں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ کیونکہ اسلام سے سچی مراد یہی ہے۔ کہ انسان اللہ قلے کی رضا کے تابع اپنی رضا کرے۔

دعا کی ضرورت سچ یہ ہے کہ یہ مقام انسان کی اپنی قوت سے نہیں مل سکتا۔ بلکہ اس میں کلام نہیں۔ کہ انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ عبادت کرے لیکن اس مقام کے حصول کا اصل اور سچا ذریعہ دعا ہے انسان کمزور ہے۔ جب تک دعا کے قوت اور تائید نہیں پاتا۔ اس دشوار گزار منزل کو طے نہیں کر سکتا۔ خود اللہ قلے انسان کی کمزوری اور اس کے ضعیف حال کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

خلق الانسان ضعيفا۔ یعنی انسان ضعیف اور کمزور بنایا گیا ہے۔ پھر باوجود اس کی کمزوری کے اپنی ہی طاقت سے ایسے عالی درجہ اور رفیع مقام کے حاصل کرنے کا دعویٰ کرنا سر اسر نام خیالی ہے۔ اس لئے دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے دعا ایک زبردست طاقت ہے۔ جس سے بڑے بڑے مشکل مقام حل ہو جاتے ہیں۔ اور دشوار گزار منزلوں کو انسان بڑی آسانی سے طے کر لیتا ہے۔ کیونکہ دعا اس فیض اور قوت کے جذب کرنے والی مانی ہے۔ جو اللہ قلے سے آتا ہے۔ جو شخص کثرت سے دعاؤں میں لگا رہتا ہے۔ وہ آخر اس فیض کو کچھ لیتا ہے۔ اور اللہ قلے سے تائید یافتہ ہو کر اپنے مقاصد کو پالیتا ہے ہاں نرمی دعا اللہ قلے کا منشاء نہیں ہے۔ بلکہ اول تمام ماسعی اور محاہدات کو کام میں لائے۔ اور اس کے ساتھ دعا سے کام لے۔ اسباب سے کام لے اسباب سے کام نہ لینا اور نرمی دعا سے کام لینا یہ اولیٰ دعا سے ناواقف ہے۔ اور اللہ قلے کو آزماتا ہے۔ اور نرمی اسباب پر گر رہنا اور دعا کو ہٹے محض سمجھنا یہ دوسری ہے۔ یقیناً سمجھو۔ کہ دعا بڑی دولت ہے۔ جو شخص دعا کو نہیں چھوڑتا۔ اس کے دین اور دنیا پر آفت نہ لگتی وہ ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہے۔ جس کے ارد گرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن جو دعاؤں سے لاپرواہ ہے وہ اس شخص کی طرف سے۔ جو خود بے ہمتیا ہے اور اس پر کمزوری ہی ہے۔ اور پھر ایسے جنگل میں ہے۔ جو دشمنوں اور موذی جانوروں سے بھر پورا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کی خیر ہرگز نہیں ہے۔ ایک لمحہ

میں وہ موذی جانوروں کا شکار ہو جائے گا۔ اور اس کی ہڈی بلی نظر نہ آئیگی۔

اسلئے یاد رکھو۔ کہ انسان کی بڑی سعادت اور اس کی حفاظت کا اصل ذریعہ دعا ہے۔ یہی دعا اس کے لئے پناہ ہے اگر وہ ہر وقت اس میں لگا رہے۔

اسلام کا خاص امتیاز یہ بھی یقیناً سمجھو۔ کہ یہ امتیاز ہی میں دی گئی ہے۔ دوسرے مذاہب اس عطیہ سے محروم ہیں۔ آریہ لوگ ہلا کیوں دعا کریں گے۔ جب کہ ان کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ تناسخ کے چکر میں سے ہم نکل ہی نہیں سکتے ہیں اور کسی گناہ کی معافی کی کوئی امید ہی نہیں ہے ان کو دعا کی کیا حاجت اور کیا ضرورت اور اس سے کیا فائدہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آریہ مذہب میں دعا ایک بے فائدہ چیز ہے۔ اور ہر مہمانی دعا کیوں کریں گے۔ جبکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ دوبارہ کوئی گناہ بھٹا نہیں جائے گا۔ کیونکہ مسیح دوبارہ تو مصلوب ہو ہی نہیں سکتا۔ پس یہ خاص اکرام اسلام کے لئے ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ امت ہر حوصہ ہے۔ لیکن اگر آپ ہی اس فضل سے محروم ہو جائیں۔ اور خود ہی اس دروازہ کو بند کر دیں تو پھر کس کا گناہ ہے۔ جب ایک حیات بخش چیز ہو جو ہے اور ہر وقت اس میں سے پانی لی سکتا ہے۔ پھر اگر کوئی اس سے سیراب نہیں ہوتا ہے تو خود طالب موت اور تشنہ ہلاکت ہے۔ اس صورت میں تو چاہئے۔ کہ اس پر ہر کھدے۔ اور خوب سیراب ہو کر پانی پی لے۔ یہ میری نصیحت ہے۔ جس کو میں ساری نصائح قرآنی کا منظر سمجھتا ہوں قرآن شریف کے تین سپاسے ہیں۔ اور سب کے سب نصائح کے لبریز ہیں۔ لیکن ہر شخص نہیں جانتا۔ کہ ان میں سے وہ نصیحت کو کتنی ہے جس پر اگر مقبوض ہو جائیں اور اس پر پورا عمل فرما کر پڑیں۔ تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مگر میں نہیں بتا سکتا ہوں۔ کہ وہ کلید اور قوت

دعا ہے۔ دعا کو مقبوضی سے پکڑ لو۔ میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔ کہ ہر اللہ قلے ساری مشکلات کو آسان کر دیگا۔ لیکن شکل یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور وہ نہیں سمجھتے۔ کہ دعا کیا چیز ہے دعا یہی نہیں ہے کہ چند لفظ منہ سے بڑبڑائے یہ تو کچھ بھی نہیں۔ دعا اور دعوت معنی ہیں۔ اللہ قلے کو اپنی

کے لئے پکارنا اور اس کا کمال اور موثر ہونا اس وقت ہوتا ہے۔ جب انسان کمال درددل اور خلق اور سوز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اور اس کو پکارے ایسا کہ اس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کر آستانہ الوہیت کی طرف بہ لگے۔ یا جس طرح پر کوئی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ دوسرے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے پکارتا ہے۔ تو دیکھتے ہو کہ اس کی پکار میں کیا انقلاب اور اختیار ہوتا ہے۔ اس کی آواز ہی میں وہ درد پرا ہوا ہوتا ہے۔ جو دوسروں کے رحم کو جذب کرتا ہے۔ اسی طرح وہ دعا جو اللہ تعالیٰ سے کیجاو اس کی آواز اس کا لب و لہجہ اور ہی ہوتا ہے اس میں وہ رقت اور درد ہوتا ہے۔ جو الوہیت کے چشمہ رحم کو جوش میں لاتا ہے۔ اس دعا کے وقت آواز ایسی ہو کہ سارے اعضاء اس سے متاثر ہو جائیں۔ اور زبان میں غش و غصہ ہو دل میں درد اور رقت ہو۔ اعضاء میں انکسار اور رجوع الی اللہ ہو۔ اور پھر سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم پر کامل ایمان اور پوری اسید ہو۔ اس کی قدرتوں پر ایمان ہو۔ ایسی حالت میں جب آستانہ الوہیت پر گرے گا نامراد واپس نہ ہوگا۔ چاہے کہ اس حالت میں بار بار جنود الہی میں عرض کرے۔ کہ میں گنہ گار ہوں۔ اور کمزور ہوں تیری دستگیری اور فضل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو آپ رحم فرما۔ اور مجھے گناہوں سے پاک کر۔ کیونکہ تیرے فضل و کرم کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ جو مجھے پاک کرے جب اس قسم کی دعا میں مداومت کرے گا۔ اور استقلال اور صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور تائید کا طالب رہے گا۔ تو کسی نامعلوم وقت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور سکینت اس کے دل پر نازل ہوگی۔ جو دل سے گناہ کی تاریکی دور کرے گی۔ اور غیب کے ایک طاقت عطا ہوگی جو گناہ سے بیزاری پیدا کرے گی۔ اور وہ ان سے بچے گا۔ اس حالت میں دیکھے گا۔ کہ میرا دل جذبات اور نفسانی خواہشوں کا وسیعہ اور گرفتار تھا۔ کہ گویا ہزار ہا ہزار زنجیروں میں بوجھ ہوا تھا۔ جو بے اختیار اسے کینہ گناہ کی طرف لیجاتے تھے۔ یا کہ غصہ وہ سب زنجیر ٹوٹ گئے ہیں۔ اور آزاد ہو گیا ہے۔ اور جیسے پہلی حالت میں گناہ کی طرف ایک بوجھ و رغبت اور رجوع ہوتا تھا۔ اس حالت میں وہ محسوس اور شہدہ کرے گا۔ کہ وہی رغبت اور رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ گناہ سے محبت کی بجائے نفرت اور اللہ تعالیٰ سے دشت اور نفرت کی بجائے محبت اور کشش پیدا ہوگی یہ ایک زبردست صدراقت ہے۔ جو سلام میں موجود ہے۔ اس کا انکار ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کا زندہ ہونا ہر زمانہ میں موجود رہتا ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔ کہ اگر

انسان اس امر کو سمجھ لے۔ اور دعا کے راز سے آگاہ ہو جاوے۔ تو اس میں اس کی بڑی ہی سعادت اور نیک بنتی ہے۔ اور اس صورت میں سمجھو کہ گویا اسکی ساری ہی مرادیں پوری ہو گئی ہیں۔ ورنہ دنیا کے ہم و غم تو اس قسم کے ہیں کہ انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ جو شخص رو بدیا ہوتا ہے۔ وہ تھوڑی دور چکر نہ پاتا ہے۔ کیونکہ نامرادیوں اور ناکامیوں اکثر اگر ہلاک کر دیتی ہیں۔ لیکن جو شخص ساری قوتوں اور طاقتوں کے ساتھ رو بدیا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اس کے سب حرکات و سکنات ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ دنیا کو بھی ناک سے بچو کر اس کا خادم بنا دیتا ہے۔ اگرچہ اس حالت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ دنیا دار تو دنیا کا دیوانہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ رو بدیا شخص جس کی دنیا خادم کی جاتی ہے۔ دنیا اور اس کی لذتوں میں کوئی لذت نہیں پاتا۔ بلکہ ایک قسم کی بدمزگی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ لطف اور ذوق دنیا کی طرف نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی اور طرف ہو جاتا ہے۔

انسان جب اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔ اور ساری رحت اور لذت اللہ تعالیٰ ہی کی رضا میں پاتا ہے تو کچھ شک نہیں۔ دنیا ہی اس کے پاس آ جاتی ہے۔ مگر راحت کے طریق اور ہو جائیں گے۔ وہ دنیا اور اس کی راحتوں میں کوئی لذت اور راحت نہیں پاتا۔ اسی طرح پر انبیاء اور اولیاء کے قدموں پر دنیا۔۔۔ کو لاکڑا دیا گیا ہے۔ مگر ان کو دنیا کا کوئی مزہ نہیں آیا۔ کیونکہ ان کا رخ اور طرف تھا۔ یہی قانون قدرت ہے۔ جب انسان دنیا کی لذت چاہتا ہے۔ تو وہ اسے نہیں ملتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ میں فنا ہو کر دنیا کی لذت کو چھوڑتا ہے۔ اور اسکی آرزو اور خواہش باقی نہیں رہتی۔ تو دنیا ملتی ہے۔ مگر اسکی لذت باقی نہیں رہتی۔ یہ ایک مستحکم اصول ہے۔ اس کو سمجھنا نہیں چاہیے۔ خدا یا نبی کے ساتھ دنیا یا نبی وابستہ ہے اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے۔ کہ جو تقویٰ اختیار کرے گا۔ اسے تمام مشکلات سے نجات ملیگی۔ اور ایسے طور پر اسے نفع دے گا۔ کہ اسے علم ہی نہ ہوگا۔ یہ کس قدرت برکت اور نعمت ہے۔ کہ ہر قسم کی تنگی اور مشکل سے آدمی نجات پا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا کفیل ہو۔ لیکن یہ بات جیسا کہ خود اس نے فرمایا۔ تقویٰ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور کوئی امر اس کے ساتھ نہیں بتایا۔ کہ دیوی مکر و فریب سے یہ باتیں حاصل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی علامات میں سے یہ بھی ایک علامت ہے۔ کہ وہ دنیا کے طبعی نفرت کرتے ہیں جس جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ اس سے خوش ہو جاوے

اور دنیا اور آخرت کی راحت اسے ملجاوے۔ وہ پیراہ اختیار کرے۔ اگر اس راہ کو تو چھوڑتا ہے۔ اور اس راہ میں اختیار کرتا ہے۔ تو پھر مکر میں مار کر دیکھ لے کہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ ہونگے۔ جن کو یہ نصیحت بری لگے گی۔ اور وہ مہنسی کریں گے۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ آخر ایک وقت آجائے گا۔ کہ وہ ان باتوں کی حقیقت کو سمجھیں گے۔ اور یہ بول اوہیں گے۔ کہ افسوس ہم نے جو یہی عمر ضائع کی۔ لیکن اس وقت کا افسوس کچھ کام نہ لے گا اصل موقع ہامتہ سے نکل جائے گا۔ اور پیغام موت آ جائیگا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی فکر کرو۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ مہربان ہو جاوے۔ تو ساری دنیا مہربان ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ ناراض ہو۔ تو پھر کوئی بھی کام نہیں آ سکتا۔ جب اس کا غضب آگیا۔ تو دنیا میں کوئی مہربان نہ رہے گا۔ خواہ کیسا ہی مکر و فریب کرے۔ نیچیں ڈلے بیگوے اور سبز کرے پسے۔ مگر دنیا اس کو حقیر ہی سمجھے گی۔

اگر چند روز دنیا ہو کا کہا ہی لے۔ تو یہی آخر اس کی قلمی کس جائیگی۔ اور اس کا مکر و فریب ظاہر ہو جائیگا لیکن جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ دنیا اس کی کتنی ہی مخالفت کرے۔ وہ اپنی مخالفت اور منصوبہ میں کامیاب نہ ہوگی۔ اس کو گامیاب دے۔ لہٰذا ہمیں سمجھیں۔ لیکن ایک وقت آجائیگا۔ کہ وہی دنیا اس کی طرف رجوع کرے اور اس کی سچائی کا اعتراف اسے کرنا پڑے گا۔ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ اللہ جس کا ہو جاتا ہے۔ دنیا ہی اس کی جاتی ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ ابتداً اہل دنیا انکے دشمن ہو جاتے ہیں اور اسے قسم قسم کی تکلیفیں دیتے۔ اور اس کی راہ میں روڑوں اٹکاتے ہیں کوئی پیغمبر اور مرسل نہیں آیا۔ جس نے دیکھ نہ اٹھایا ہو۔ مگر فریبی۔ دوکاندار اس کا نام نہ رکھا گیا ہو۔ مگر باوجود اس کے کہ روڑ ہا بندوں نے اس پر ہر قسم کے تیر چیلانے چاہیے۔ پھر مارے۔ گامیاب دین۔ انہوں نے کسی بات کی پروا نہیں کی۔ کوئی امر انکی راہ میں روک نہیں ہو سکا۔ وہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کی کلام مناتے رہے۔ اور وہ پیغام جو لیکر آئے تھے۔ اسے پوچھنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ ان تکلیفوں اور ایذا رسانیوں نے جو نادان دنیا داروں کی طرف سے پہنچیں۔ ان کو مست نہیں کیا۔ بلکہ وہ اور خیر قدم ہوتے۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے وہ مشکلات ان پر آسان کر دیں اور مخالفوں کو سمجھ آئے لگی اور پھر وہی مخالف دنیا کے قدموں پر آگری۔ اور انکی راست بازی اور سچائی کا اعتراف ہو گیا۔ دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب چاہتا ہو بدلتا ہے۔

یقیناً یاد رکھو۔

تمام انبیاء کو اپنی تبلیغ میں مشکلات آئی ہیں۔ ان حضرت صلی علیہ وسلم جو سب انبیاء علیہم السلام سے افضل اور بہتر تھے یہاں تک کہ آپ پر سلسلہ نبوت اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا۔ یہی تمام کمالات نبوت آپ پر طبعی طور پر ختم ہو گئے۔ یاد جو وہ جلیل الشان نبی ہونے کے کون نہیں جانتا کہ آپ کو تبلیغ رسالت میں کس قدر مشکلات اور تکالیف پیش آئیں۔ اور کفار نے کس حد تک آپ کو ستایا۔ اور دیکھ دیا۔ اس مخالفت میں اپنی ہی قوم اور چچا اور دوسرے لوگ سب بڑھ کر حصہ لینے لگے تھے۔ آپ کی مصیبتوں اور تکلیفوں کا زمانہ اتنا لمبا ہوا۔ کہ تیرہ برس تک اپنی قوم سے ہر قسم کے دکھ اور ہلنے رہے۔ اس حالت میں کوئی نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ شخص کامیاب ہوگا۔ کیونکہ ہر طرف مخالفت کا بازار گرم تھا۔ اور خود اپنے رشتہ دار ہی تشنہ خون ہو رہے تھے۔ جدی اور برادری کے لوگوں نے جب قبول کیا۔ تو اور دن کو اور بھی مشکلات پیش آ گئے۔ غرض اس طرح پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مصیبتوں کا زمانہ دراز ہو گیا۔

موسیٰ و ہارون کی تبلیغ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس قسم کے مشکلات پیش آئیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل نے ان کو فوراً قبول کر لیا تھا۔ اس لئے قوم کی طرف سے کوئی دھم اور مصیبت یا روک ان کو پیش نہیں آئی۔ لیکن بغلات اس کے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہی قوم سے مشکلات اور انکار کا رملہ پیش آیا۔ پھر ایسی صورت میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کیسی اعلیٰ درجہ کی ثابت ہوئی ہیں۔ جو آپ کے کمالات اور فضائل کا سب سے بڑھ کر ثبوت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کے اذن و امر سے تبلیغ شروع کی۔ تو پہلے ہی آپ کو یہ مرحلہ پیش آیا۔ کہ قوم نے انکار کیا۔ لکھا ہے کہ جب آپ نے قریش کی دعوت کی۔ اور سب کو بلا کر کہا کہ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ اس کا جواب دو۔ یعنی میں اگر تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے چھپے ایک بڑی بہاری فوج پڑی ہوئی ہے۔ اور وہ اس گھاٹ میں بھی ہوئی ہے۔ کہ موقع پا کر تم کو ہلاک کر دے تو کیا تم باور کرو گے۔ سب نے بالافتح کہا۔ کہ ہاں۔ اس بات کو تسلیم کریں گے۔ اس لئے کہ تو ہمیشہ سے صادق اور امین ہے۔ جب وہ یہ اقرار کر چکے۔ تو پھر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دیکھو میں یہ کہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ اور تم کو آنے والے عذاب سے ڈھاتا ہوں اتنی بات کہی ہی کہ سب اگ ہو گئے۔ اور ایک شریعہ بول اٹھا

تبالیگ سناؤ گلیوہ۔

افسوس جو بات انہی نجات اور بہتری کی تھی۔ ناخوش اندیش قوم نے اس کو برا ہی سمجھا۔ اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اب اس کے بالمقابل موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو دیکھو۔ بنی اسرائیل باوجود ایک سخت دل قوم تھی۔ لیکن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ پر فوراً ہی اس کو قبول کر لیا۔ اور اس طرف موسیٰ علیہ السلام سے افضل کو قوم نے تسلیم نہ کیا۔ اور مخالفت کے لئے تیار ہو گئے۔ مصائب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آئے دن قتل کے منصوبے ہونے لگے۔ اور یہ زمانہ اتنا لمبا ہو گیا۔ کہ تیرہ برس تک براہِ جلا گیا۔ تیرہ برس کا زمانہ کم نہیں ہوتا۔

اس عرصہ میں آپ نے جقدر دکھ اٹھائے۔ ان کامیابان بھی آسان نہیں ہے۔ قوم کی طرف سے تکالیف اور ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی چھوڑی جاتی تھی۔ اور اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر اور استقلال کی ہدایت ہوتی تھی۔ اور بار بار حکم ہوتا تھا۔ کہ جس طرح پہلے نبیوں نے صبر کیا ہے۔ تو بھی صبر کر۔ اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال صبر کے ساتھ ان تکالیف کو برداشت کرتے تھے۔ اور تبلیغ میں سست نہ ہوتے تھے۔ بلکہ قدم لگے ہی پڑتا تھا۔

اور اصل یہ ہے۔ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر پہلے نبیوں کا سنا تھا۔ کیونکہ وہ تو ایک محدود قوم کے لئے مبعوث ہو کر آئے تھے۔ اس لئے ان کی تکالیف اور ایذا رسانی بھی اسی حد تک محدود ہوتی تھیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر بہت ہی بڑا تھا۔ کیونکہ سب سے اول تو اپنی ہی قوم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت ہو گئی۔ اور ایذا رسانی کے درپے ہوئی۔ اور پھر عیسائی بھی دشمن ہو گئے۔ جہاں کو سنایا گیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک خدا کے بندے اور رسول تھے۔ تو ان کو آگ لگ گئی۔ کیونکہ وہ تو ان کو خدا بنا لئے بیٹھے تھے۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر حقیقت کہو لدی۔

یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ انسان جس کو خدا بنا لیتا ہے۔ اور اپنا معبود مانتا ہے۔ اس کا ترک کرنا آسان نہیں ہوتا۔ بلکہ پھر اس کو چھوڑنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اور ایسا ہی یہاں کا یہ اعتقاد مجتہ ہو گیا ہوا تھا۔ اس لئے جب انہوں نے سنا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معبودی خدا کو انسان بنا دیا۔ تو وہ دشمن جان بن گئے۔ اور اسی طرح یہودیوں میں بہت سی مشرکانہ رسومات پیدا ہو گئی تھیں۔ اور وہ حضرت مسیح کا بالکل انکار کرتے تھے۔ جب ان کو متنبہ کیا گیا۔ تو وہ بھی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے

ہوئے۔ اور وہ حضرت مسیح کو معاذ اللہ مکار اور کذاب کہتے تھے۔ بالمقابل آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ تم ان کو کذاب کہتے ہیں خود کذاب ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ نبی ہے۔ اس کے علاوہ انہی مخالفت کی ایک بڑی بہاری وجہ یہ ہوئی۔ کہ وہ اپنی بے وقوفی اور کم فہمی سے یہ سمجھ بیٹھے تھے۔ کہ خاتم الانبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک۔ کیونکہ تورات میں جیسا کہ سنت اللہ ہے۔ آخری نبی کے متعلق جو پیشگوئی ہے وہ ایسے الفاظ میں ہے۔ جس سے ان کو یہ شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ وہ ان لکھا ہے کہ تمہارے بہائیوں میں سے۔ وہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہی کر بیٹھے۔ حالانکہ اس سے مراد بنی اسماعیل تھا پس جب انہوں نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنا کہ خاتم الانبیاء ہیں۔ تو ان کی ساری امیدیں سر باقی ہو گئی۔ اور جو کچھ وہ تورت کی اس پیشگوئی کے موافق سمجھ بیٹھے تھے۔ وہ غلط قرار دیا گیا۔ اس سے ان کے اگ لگی۔ اور وہ مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

پیشگوئیوں کے متعلق

اصل بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں میں صفت اللہ ہی، و سنت اللہ، و ان میں خفا اور ابتلا کا بھی ایک پہلو ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ پہلو نہ رکھا جاوے۔ تو یہ کوئی اختلاف ہی نہ رہے۔ اور سب کا ایک ہی مذہب ہو جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے امتیاز کے لئے ایسا ہی چاہا ہے کہ پیشگوئیوں میں ایک ابتلا کا پہلو رکھ دیتا ہے۔ کو تاہ اندیش۔ ظاہر پرست اس پر اڑ جاتے ہیں۔ اور اصل مقصد سے دور جا پڑتے ہیں۔ اسی طرح پر ان یہودیوں کو یہ شکل پیش آئی۔ کہ وہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شک میں پڑ گئے۔ اگر تورت میں وہ پیشگوئی صاف الفاظ میں ہوتی۔ کہ آنے والا بنی بنی اسماعیل میں سے ہوگا۔ اور اس کا نام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا۔ اس کے باج نام عبد اللہ بن عبد المطلب ہوگا۔ اور اس کی ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ تو یہودی کیونکر انکار کرتے؟ مگر انہی بد قسمتی سے پیشگوئی میں ایسی صراحت نہ تھی۔ وہ ان لکھا تھا۔ کہ تیرے بہائیوں میں سے وہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہی سمجھتے رہے

ایسی ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت بھی یہودیوں کو شک لگی تھا۔ کہ وہ نبی نہیں بلکہ ایک فرشتہ ہے۔ مگر انہی بد قسمتی سے انہوں نے اسے اپنے ہی مذہب کا نبی سمجھ لیا۔ اور انہوں نے خود حضرت مسیح کے لئے وہ انکار کر لئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے خود حضرت مسیح سے یہ سوال کیا۔ کہ اباس کا آنا جو مسیح سے پہلے ضروری ہے۔ وہ کہاں ہے؟ حضرت مسیح نے کہا۔ کہ آنے والا اب آ گیا ہے۔ یعنی وہ یہو حنا بن زکریا کے زک میں آیا ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت بھی یہودیوں کو شک لگی تھا۔ کہ وہ نبی نہیں بلکہ ایک فرشتہ ہے۔ مگر انہی بد قسمتی سے انہوں نے اسے اپنے ہی مذہب کا نبی سمجھ لیا۔ اور انہوں نے خود حضرت مسیح کے لئے وہ انکار کر لئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے خود حضرت مسیح سے یہ سوال کیا۔ کہ اباس کا آنا جو مسیح سے پہلے ضروری ہے۔ وہ کہاں ہے؟ حضرت مسیح نے کہا۔ کہ آنے والا اب آ گیا ہے۔ یعنی وہ یہو حنا بن زکریا کے زک میں آیا ہے۔

میں کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ ان سے دنگہ یا فساد مت کرو۔ بلکہ ان کے لئے

غایا نہ دعا کرو

کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے۔ تم اپنے پاک خونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔ دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں۔ کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو۔ اور گالیاں سنگہ ہی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو۔ تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ۔ اور نرمی سے جواب دو بارہا ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ مخالفت کرتا ہے۔ اور مخالفت وہ طریق اختیار کرتا ہے جو مفیدانہ طریق ہو۔ جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے۔ اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ تو خود اسے شرم آجاتی ہے۔ اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور شہمان ہونے لگتا ہے۔ میں تمہیں ر سچ کہتا ہوں۔ کہ صبر کو ہا حق سے نہ دو۔ صبر کا ہتھیار ایسا ہے۔ کہ تو پون کے وہ کام نہیں دکھاتا جو صبر سے نکلتا ہے۔ صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔

یقیناً یاد رکھو۔ کہ مجھے بہت ہی سچ ہوتا ہے جب میں یہ سنتا ہوں۔ کہ فلاں شخص اس جماعت کا بوکر کسی ہے لڑا ہے۔ میں اس طریق کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ بھی نہیں چاہتا۔ کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ شہیرگی وہ ایسی راہ اختیار کرے۔ جو تقویٰ کی راہ نہیں ہے۔ بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ یہاں تک اس امر کی تائید کرتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کہ صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا۔ تو وہ یاد رکھے۔ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے۔ نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو۔ تم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ تم ان گالیوں کو سن کر بھی صبر اور برداشت سے کام لو۔ تمہیں کیا معلوم ہے۔ کہ میں ان لوگوں سے کس قدر گالیاں سنتا ہوں۔ اگر شریا ہوتا ہے۔ کہ گندی گالیوں سے بھرنے ہوئے خلوت آتے ہیں اور کھلے کاروں میں گالیاں دی جاتی ہیں۔ بیزنگ خطوط آتے ہیں۔ جن کا محمول بھی دینا پڑتا ہے۔ اور پھر جب پڑتو ہیں۔ تو گالیوں کا طومار ہوتا ہے۔ ایسی محسوس گالیاں ہوتی ہیں۔ کہ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ کسی پیغمبر کو بھی ایسی گالیاں

شعبہ ہی نہیں۔ کہ ان کے تنے سے پیشتر ایلیا کا آنا ضروری تھا۔ اور ایلیا۔ آسمان سے نہیں آیا۔ پھر حضرت مسیح کو پھونچے بنی ٹھہر گئے۔ اس عقیدہ فاسد سے یہاں نہیں کیوں کی طرح حضرت عیسیٰ کی رسالت سے انکار کرنا پڑے گا۔ بلکہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی معاذ اللہ ہاتھ سے جا بیگی کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد اور بعثت حضرت مسیح کے بعد ہے۔ اور جب ابھی تک مسیح ہی نہیں آیا۔ تو پھر اس سلسلہ کیونکر صحیح ہوگا؟ سوچو اور غور کرو۔ کہ تمہاری ذرا سی ٹوکرا کا اثر کہاں تک پونچتا ہے؟ سنو اصل حقیقت یہی ہے۔ اور سچا فیصلہ وہی ہے جو حضرت مسیح نے کر دیا تھا۔ اس سے منہ پھیرنا اچھا نہیں ہے فاسکوا اهل الذکر ان لکنتہ

امواتیوں

غرض

انبیاء علیہم السلام کو اپنی تبلیغ کی راہ میں بہت سی مشکلات ہوتی ہیں۔ اور ان کے مصائب میں سے یہ بھی بڑی مصیبت ہے۔ کہ جس قدر دیر نبی کی کامیابی میں ہوگی۔ اسی قدر ہم و غم اس کا بڑے گا۔ میں ان مشکلات سے الگ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو ہی منہاج نبوہ پر قائم کیا ہے۔

اپنی جماعت کے خطاب

ہماری جماعت کے لئے بھی اسی قسم کے مشکلات ہیں۔ جسے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مسلمانوں کو پیش آتے تھے۔ چنانچہ نبی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ تو معا دوست۔ رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات ماں۔ باپ اور بیوی۔ بہن بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ اسلام علیک ننگ کے روادار نہیں ہتے اور جہازہ پرٹھنا پڑتے۔ اس قسم کے بہت سے مشکلات پیش آتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں۔ اور ایسی مشکلات پر وہ کھیر جاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ اس قسم کے مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء اور رسل سے زیادہ نہیں ہو۔ ان پر اس قسم کے مشکلات اور مصائب آئیں اور یہ اسی لئے آتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان قوی ہو۔ اور پاک تبدیلی کا موقع ملے دعاؤں میں لگے رہو۔ پس یہ ضروری ہے۔ کہ تم انبیاء و رسل کی پیروی کرو۔ اور صبر کے طریق کو اختیار کرو۔ تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے۔ وہ سچا دوست نہیں ہے ورنہ چاہیے تھا۔ کہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہیں چاہیے۔ کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے

چاہو تو قبول کر دو مگر یہ بات ابھی تسلی کا موجب کیوں کر ہو سکتی تھی۔ وہ اس بات پر اڑے رہے۔ کہ وہ ان کسی شیل کے لئے غیر تو دی نہیں گئی۔ وہ ان تو خود ایلیا کے لئے کا وعدہ ہے۔ اس بنا پر وہ انکار کرتے رہے۔ اور دکھ اور تکلیفیں بھی پونچھتے رہے۔ یہاں تک کہ اب بھی یہودی یہی یقین رکھتے ہیں۔ میرے پاس ایک فاضل یہودی کی کتاب ہے اس نے اس مسئلہ پر ایک لمبی بحث کی ہے اور کہا ہے۔ کہ ہم اس مسیح کو کیوں کر قبول کر سکتے تھے۔ جبکہ اس سے پہلے ایلیا نہیں آیا۔ یہ شخص جو یسوع مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کا دعویٰ بناوٹی اور جھوٹا ہے۔ کیونکہ وہ ایلیا کے دوبارہ آنے کی جھوٹی تاویل کرتا ہے۔ ہم اسکے خالہ زاد بھائی جیسے کو کیوں کر ایلیا سمجھ لیں۔ پھر وہ لوگوں کے سامنے اسل کر تا ہے۔ کہ ہم کس طرح اس شخص کے دعویٰ کو تسلیم کر لیں۔ جبکہ میں نے خبر دی گئی تھی۔ کہ پہلے ایلیا آئے گا۔ اس میں کسی شیل کا وعدہ نہیں کیا گیا۔ آخرین کہتا ہوں۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کو ہم سے سوال کرے گا۔ کہ کیوں اس مسیح کو قبول نہیں کیا۔ تو ہم ملائی بنی کی کتاب کھول کر اس کے سامنے رکھ دیں گے اسی قسم کے مشکلات ان لوگوں کو کیوں پیش آتے؟ اسکی وجہ جو اس کے کچھ نہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی پر غور نہیں کیا۔ اور ظاہر الفاظ پر اڑے رہے۔

اسی قسم کے مشکلات اس وقت مسلمانوں کو پیش آتے ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جاوے۔ تو ان کے سامنے تو کوئی نظیر فیصلہ موجود نہ تھا۔ لیکن ان کے سامنے تو دوبارہ آنے کا مقدمہ فیصل شدہ موجود ہے۔ جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب سے فیصل ہو چکا ہے۔ انہوں نے تاویل کر کے بتا دیا تھا۔ کہ دوبارہ آنے والے شخص سے مراد وہی نہیں ہوتا۔ پھر کس قدر افسوس ہے۔ ان پر کہ یہ اس فیصلہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے لابلغ المؤمن من جہر و احد۔ یہودیوں کو جس پتھر سے ٹوک لگی۔ اور وہ لعنتی ہو گئے۔ اسی پتھر سے یہ ٹوک رہا ہے میں؟ یہودی اس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ انکی کتابیں موجود ہیں۔ ان سے دریافت کرو کہ کیا یہ ان کا عقیدہ بتایا نہیں کہ مسیح سے پہلے ایاس آئے گا اور ملائی نبی کی کتاب میں یہ پیشگوئی درج ہے یا نہیں؟ اور پھر عیسائیوں سے پوچھو اور انجیل میں اس فیصلہ کو پڑھو۔ جو مسیح نے خود کیا ہے۔ مومن تو دوسرے کی مصیبت سے عبرت لے کر رہتے ہیں۔ لیکن ان مسلمانوں نے اس سے کیا سبق سیکھا۔ یہودی عقیدہ ہے۔ جس کی وجہ سے یہودی اور اصل جہنم ہوئے۔ اب کیا یہ بھی چاہتے ہیں؟ میں حیران ہوتا ہوں۔ کہ ان عقول کو کیا ہو گیا۔ اگر حضرت مسیح کا وہ فیصلہ جو انہوں نے ایاس کے دوبارہ آنے کے متعلق کیا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ تو پھر مجھے جواب دیں۔ کہ حضرت مسیح سے پیغمبر کو پھونچے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں تو کوئی کلام اور

نہیں دی گئی ہیں۔ اور میں اعتبار نہیں کرتا کہ ابو جہل میں
 بھی ایسی گالیوں کا مادہ ہو۔ لیکن یہ سب کچھ سننا چاہئے۔
 جب میں صبر کرتا ہوں۔ تو تمہارا فرض ہے کہ
 تم بھی صبر کرو۔ ورنہ سے بڑھ کر تو شاخ نہیں ہوتی
 تم دیکھو کہ یہ کب تک گالیاں دین گے۔ آخر یہ تھک کر
 جائیں گے۔ ان کی گالیاں ان کی شہرت میں اور
 منصوبے بچے ہرگز نہیں تھک سکتے۔ اگر میں خدا کی
 طرف سے نہ ہوتا۔ تو بے شک میں انکی گالیوں
 سے درجہ اتار دیتا۔ لیکن میں یقیناً جانتا ہوں کہ ان کے
 خدا سے مامور کیا ہے۔ پھر میں ایسی خفیف باتوں کی کیا پروا
 کروں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم خود غور کرو کہ اس کی ہوشیاری
 کی نقصان پہنچا رہا ہے۔ ان کو یہ مجھے؟ ان کی جماعت گنتی
 ہے اور میری بڑی ہے۔ اگر یہ گالیاں کوئی روک پیدا کر سکتی
 ہیں۔ تو دو لاکھ سے زیادہ جماعت کس طرح پیدا ہو گئی۔ یہ
 لوگ ان میں سے ہی تھے ہیں۔ یا کہیں اور سے انہوں نے
 مجھ پر کونکے فتوے لگائے۔ لیکن اس فتوے کفر کی کیا تاثیر
 ہوئی؟ جماعت بڑی۔ اگر یہ سلسلہ منصوبہ بازی سے چلایا
 گیا ہوتا۔ تو ضرور تھا کہ اس فتوے کا اثر ہوتا۔ اور میری راہ
 میں وہ فتوے کفر بڑی بہاری روک پیدا کر دیتا۔ لیکن جو بات
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ انسان کا مستور نہیں ہے۔ کہ اسے
 پامال کر سکے۔ جو کچھ منصوبے میرے مخالف کئے جاتے ہیں۔
 پچھان کرنے والوں کو حسرت ہی ہوتی ہے۔

میں کہہ رہا ہوں کہ یہ لوگ جو میری مخالفت
 کرتے ہیں۔ ایک عظیم الشان دریا کے سامنے جو اپنی
 پورے زور سے آ رہا ہے۔ اپنا ہاتھ کرتے ہیں اور
 چاہتے ہیں کہ وہ اس سے رک جاوے۔ مگر
 اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ رک نہیں سکتا۔

یہ ان گالیوں سے روکنا چاہتے ہیں۔ مگر یاد
 رکھیں کہ کبھی نہیں رکے گا۔ کیا شریف آدمیوں کا کام ہے
 کہ گالیاں دیں۔ میں ان مسلمانوں پر افسوس کرتا ہوں۔ کہ یہ
 کس قسم کے مسلمان ہیں۔ جو ایسی بے باکی سے زبان کھولتے ہیں
 میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ ایسی گندی گالیاں میں
 نے تو کبھی کسی چوٹے یا چارے سے ہی نہیں سنی ہیں۔ جو ان مسلمان
 کہلاتے ہیں۔ سنی ہیں۔

وَقَدْ نَعَصْرُ مَا قِيلَ

ان گالیوں میں یہ لوگ اپنی حالت کا اظہار کرتے ہیں
 ہیں۔ اور اعتراض کرتے ہیں۔ کہ وہ فاسق و فاجر ہیں۔ اللہ تعالیٰ
 ان کی آنکھیں کھولے۔ اور ان پر رحم کرے (آمین)
 ایسے گالیاں دینے والے خواہ ایک کروڑ ہوں۔
 اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ جانتے ہیں کہ ایک پرہیزگار
 کا وہی ضائع ہو گا۔ مگر نہیں جانتے۔ کہ اس پیسہ کے نقصان کے

ساتھ نامہ اعمال ہی سیاہ ہو جائے گا۔ پھر میری سمجھ میں
 نہیں آتا کہ یہ گالیاں دی کیوں جاتی ہیں۔ کیا صرف
 اس لئے کہ میں کہتا ہوں۔ قرآن شریف کو نہ
 چھو۔ اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی تکذیب نہ کرو۔

مگر غضب کی بات ہے۔ کہ قرآن شریف میں لکھا ہو کہ
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ اور پھر زمین پر
 نہیں آئیں گے۔ مگر یہ ماننے میں نہیں آتے۔ اور اس عقیدہ
 مخالف قرآن شریف پر آتے ہیں۔

اگر میں نہ آیا ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم
 نہ کیا ہوتا۔ تو یہ جو کچھ چاہتے تھے۔ کیونکہ من کو بیکار کرنے
 والا۔ لاکھ لاکھ لاکھ انسان ہیں موجود نہ تھا۔ لیکن اب جب

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔ اور میں وہی
 ہوں۔ جس کو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرما
 دیا ہے۔ تو پھر میرے فیصلہ پر چون و چرا کرنا ان کا حق نہیں تھا
 طریق تقویٰ تو یہ تھا کہ میری باتوں کو سنتے اور غور کرتے
 انکار کے لئے جلدی نہ کرتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ
 میرے آنے کے بعد ان کا حق نہیں۔ کہ زبان کھولیں۔

کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو کر آیا ہوں اور حکم
 ہو کر آیا ہوں۔ ابھی بہت زمانہ نہیں گزرا کہ مقلد غیر مقلدوں
 کی غلطیاں نکلتے۔ اور وہ ان کی غلطیاں ظاہر کرتے اور

اس طرح یہ دوسرے فرقتے آپس میں درندوں کی طرح
 لڑتے جھگڑتے تھے۔ ایک دوسرے کو کافر کہتے۔ اور بغض
 بتاتے تھے۔ اگر کوئی تسلی کی راہ موجود تھی۔ تو پھر اس قدر اختلاف
 اور تفرقہ ایک ہی قوم میں کیوں تھا۔ غلطیاں واقع ہو چکی
 تھیں اور لوگ حقیقت کی راہ سے دور جا پڑے تھے ایسے
 اختلاف کے وقت ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کرتا۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک حکم ان میں بھیجا۔
 اب تباہی میں نے کیا زیادتی کی ہے۔ یا کیا قرآن شریف سے کم
 کر دیا ہے جو میری مخالفت کے لئے اس قدر جوش پیدا ہو ہوا
 ہے۔

یہ سچ ہے کہ اس وحی کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ کی کامل اور

مخبر اس مقام پر پہنچ کر حضرت حجۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 والسلام کی آواز اور تقریر میں ایک خاص جلال اور شوکت تھی
 جس سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ کی عظمت جو
 آپ کے دل میں ہے۔ معلوم ہوتی تھی۔ تقریر میں غیر معمولی
 روز تھا۔ اور وہ پر زور دریا کی طرح بہ رہی تھی۔ پورے طور پر
 ہم قادر نہیں ہو سکے۔ کہ اس حصہ کو قلم بند کر سکیں تاہم
 جو قدر کوشش و سعی سے ہو سکا۔ قلمبند کیا ہے۔

(ایڈیٹر)

مجید کتاب کی شرح میں ہے۔ میں نے کہا کہ مسیح مر گیا ہو
 لیکن اس کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے؟ کیوں یہ قرآن شریف
 کو غور سے نہیں پڑھتے۔ کیا ان کو شرم نہیں آتی کہ یہ مسلمان کہلاتے
 ہیں۔ مومن کہلاتے ہیں۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل
 الانبیاء اور خیر البشر تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن جب وہی توفی کا آپ
 پر آتا ہے۔ تو اس کے معنی موت کرتے ہیں۔ اور جب مسیح پر آتا ہے
 تو زندہ مع جسم آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں ان کی غیرت کو کیا
 ہوا؟ یہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شہادت کیوں روا
 رکھتے ہیں۔ کیا قرآن شریف میں

لَعْنَةُ هَامَانَ وَنُفُوتِهَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں آیا۔ اور وہی لفظ
 مسیح کے لئے متوفیات اور فلما توفیتہ میں آیا ہے۔ پھر یہ

کیا ہو گیا۔ کہ ایک جگہ کچھ اور معنی اور ایک جگہ کچھ اور۔ آن
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کفر و بدعتی سمجھا ہے!!!
 جو انہیں زمین میں کرتے ہیں۔ اور مسیح کو آسمان پر چڑھاتے ہیں!!!
 اگر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی۔ تو آپ کے لئے
 غیرت ہوتی۔ تو کیوں نہیں کہہ دیتے۔ کہ وہ بھی زندہ آسمان
 پر اٹھائے گئے ہیں۔ تب میں بھی سمجھ لیتا۔ کہ یہ مسیح کی خصوصیت
 نہیں تھرتے۔ مگر موجودہ حالت میں میرا دل گوارہ نہیں کر
 سکتا۔ کہ میں قرآن شریف کے ایسے معنی کروں۔ جو خود قرآن
 شریف اور لغت اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے
 خلاف ہوں۔ اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت
 شان کا باعث ہوں۔

میں سچ کہتا ہوں کہ جس شخص نے یہ لکھا ہو
 کہ جو شخص متفق ہے۔ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 زندہ نہیں۔ وہ کافر ہے۔ وہ سچ کہتا ہے۔
 اس خصوصیت کے پیدا کرنے کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ
 ۱۰۰ لاکھ مرتد ہو گیا۔

اللہ کے واسطے اس قدر ظلم نہ کرو۔ کہ آن حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور رتبہ کو گھٹایا جاوے۔ جو اس
 عقیدہ سے برابر گھٹتی ہے۔ کہ وہ تو زمین میں دفن کئے گئے
 اور مسیح آسمان پر اٹھایا گیا۔ مسیح ہرگز زندہ نہیں رہا۔ وہ مر
 گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ یا عیسیٰ اِنی
 متوفیات۔ اور خود مسیح نے اقرار کر دیا کہ فلما توفیتہ
 میں پھر کہتا ہوں۔ کہ عیسیٰ یوں کو اعتراض کا موقع
 نہ دو۔ میری باتوں کو سنو۔ اور غور سے سنو۔ اور پھر اپنی
 جگہ پر جا کر سوچو۔!!!



ملفوظات حالات حضرت امام الزمان علیہ السلام

۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء

مکہ مکرمہ کے وقت ایک صاحب کی خاطر حضرت علیکم نوالہین صاحب نے ایک مسئلہ حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ یہ ایک شخص ہیں جن کے پاس میں بامیں ہزار کے قریب روپیہ موجود ہے۔ ایک سکہ ہے وہ ان کا روپیہ تجارت میں استعمال کرنا چاہتے ہیں اور ان کے اطینان کے لئے اس نے تجویز کی ہے کہ یہ روپیہ بھی اپنے قبضہ میں رکھیں۔ لیکن جس طرح وہ ہدایت کرے۔ اسی طرح ہر ایک شے خرید کر جہاں کہے۔ وہاں روانہ کریں۔ اور جو روپیہ آئے۔ وہ امانت ہے۔ سال کے بعد وہ سکہ ہزار چھ سو روپیہ ان کو منافع کا ویدیا کریگا۔ یہ اس غرض سے یہاں فتویٰ دریافت کرنے آئے ہیں کہ یہ روپیہ جو ان کو سال کے بعد دیگا اگر سود نہ ہو تو شراکت کر لی جاوے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ چونکہ انہوں نے خود بھی کام کرنا ہے۔ اور انہی محنت کو دخل ہے۔ اور وقت بھی صرف کر رہے ہیں۔ اس لئے ہر ایک شخص کی حیثیت کے لحاظ سے دیکھو وقت اور محنت کی قیمت ہوا کرتی ہے۔ دس دس ہزار اور دس دس لاکھ لوگ اپنی محنت اور وقت کا معاوضہ لیتے ہیں۔ لہذا میرے نزدیک تو یہ روپیہ جو ان کو وہ دیتا ہے۔ سو وہ نہیں ہے۔ اور میں اس کے جواز کا فتویٰ دیتا ہوں۔ سو کا لفظ تو اس روپیہ پر دلالت کرتا ہے جو مفت بلا محنت کے (صرف روپیہ کے معاوضہ میں) لیا جاتا ہے اب اس ملک میں اکثر مسائل زیر و زبر ہو گئے ہیں ہر تجارتوں میں ایک نہ ایک سود کا موجود ہے۔ اس لئے اس وقت سے اجتہاد کی ضرورت ہے۔ ۱۲

جو صاحب اس مسئلہ کو دریافت کرتے آئے تھے۔ انہی ویداری واقعی میں قابل رشک ہے کہ اس وقت جب کہ مسلمانوں نے ملال و حرام کی تیز کو غیر یاد رکھ کر صرف زراعت و زری کو اپنا مقصود بنا رکھا ہے۔ یہاں صاحب استفسار کے لئے اس قدر سفر دراز طے کر کے آئے۔ صرف اس غرض سے کہ کہیں اس لین دین میں سود نہ ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ اس زمانہ کے کل اہل اسلام کو اسی قسم کی توفیق دیوے۔ کہ وہ اپنے معاملات میں دین کو مقدم رکھیں۔ آمین ایڈیٹر

تلمیذ کی نماز سے پیشتر حضور علیہ السلام نے کچھ روپیہ جنگی تعداد و غائبانہ یا دس ہوگی۔ ایک مجلس مہاجر کو یہ کہہ کر دئے کہ چونکہ موسم سرما ہے۔ آپ کو کپڑوں کی ضرورت ہوگی۔ اس مہاجر کی طرف سے کوئی سوال نہ تھا۔ خود حضور علیہ السلام نے انہی ضرورت کو محسوس کر کے یہ رقم عطا کی۔ جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ کہ آپ کو مخلص خدام کی ضرورت کا کتنا خیال ہے۔

گناہوں کو معصوم اختیار ہیں۔ لیکن دوسرے لوگ توبہ و استغفار کے ذریعہ سے ان سے مشابہت پیدا کر لیتے ہیں۔

۲۱ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء

ایک صاحب کے رشتہ دار کسی وجہ سے الہی رحمت معفرت توبہ ہو گئے تھے۔ انہی نے ذکر پر حضرت حکیم نور الدین صاحب نے عرض کی کہ میں نے ان سے یہ کہہ لیا کہ اے خود استغفار کی تاکید کیا ہے۔ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض لوگ جو استغفار کے لائق ہیں وہ تو استغفار کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو محض خدا کی رحمت سے بھی رہائی مل جایا کرتی ہے۔ جنگی طبیعت میں بھی ہے۔ انہی نے اس کی رحمت وسیع ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے کبھی فارسی زبان میں بھی کلام کی ہے تو آپ نے فرمایا ہاں۔ ایک دفعہ یہ فقرہ البہام ہوا تھا۔ اس مشت خاک اگر نہ بچشم چہ کھنم۔

روس و جاپان کی جنگ کی ذکر پر حضرت حکیم نور الدین صاحب نے بیان کیا کہ اس تیز و تھوڑے جنگ ہے کہ ہزاروں آدمی ہلاک ہو رہے ہیں۔ حالانکہ دونوں سلطنتوں کا مذہب ایسا ہے جس کے لئے اس جنگ کی مطلق نوبت ہی نہ تھی چلیے۔ جاپان کا بد مذہب ہے۔ اور اس کے لئے ایک چینی کا مارنا بھی گناہ ہے۔ روس عیسائی ہے۔ اور ان کو چلیے۔ کہ مسیح کی تعلیم کے بموجب اگر جاپان ایک مقام پر قبضہ کرے۔ تو دوسرا مقام خود اس کے حوالہ کر دینا۔

آج تین عیسائی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ ایک تو جوان تھے۔ جو کہ ایک صاحب کے بچے تھے اور باقی میں سے ایک صاحب ڈاکٹر صاحب تھے۔ جو کہ ضعیف العمر تھے۔ اور ایک قاضی صاحب پشاور کی جوان مرد تھے۔

ایک صاحب ان میں سے وہ تھے۔ جنہوں نے تحقیق مذاہب کی بنا پر نیاز مذہب پر حضرت اقدس کے کسی زمانہ میں خط و کتابت کی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کو محال شوق حضور علیہ السلام کی زیارت کا تھا۔

خانقاہوں میں ایک شہر خانقاہ ہے جہاں اکثر لوگ شکر گاہ عقاید کی بنا پر زیارت وغیرہ کے لئے جاتے ہیں۔ وہاں کی نسبت ایک عیسائی صاحب نے ذکر کیا کہ جانندہ کے ضلع کے لوگوں کے لئے وہ یہ کیا کرتے ہیں کہ ایک سفید کبوتر کی ٹانگیں کھڑ کر کے تیر پر بٹھلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ عیسائی کی روح اس میں حلول کر آئی ہے اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کبوتر چھاپا نہیں چھوڑنا۔ اس کے بعد حضرت اقدس اور عیسائی صاحبوں میں میل کی گنگا ہوئی۔ جس میں اکثر رخصت و اکثر صاحب کی طرف ہی تھا۔

حضرت اقدس۔ روم آپ کا اس توبہ پر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب۔ صرف زیارت کی غرض سے۔ کیونکہ ایک عرصہ شوق تھا۔

حضرت اقدس۔ مگر تاہم ایسی کوئی تقریب ہوئی کہ آپ دہر گئے ڈاکٹر صاحب۔ میں نے رخصت کی تھی۔ اور بال بچوں کو لیکر آیا تھا وہ لاہور میں ہیں۔ اور خود ادھر آیا ہوں۔ بڑا ہوش رخصت کا آپ کی ملاقات ہی تھی۔

حضرت اقدس۔ اب رخصت کے کتنے دن باقی ہیں۔ مفتی صاحب۔ (حساب کر کے) ۱۰ دن باقی ہیں۔

حضرت اقدس۔ تو اب آپ کو یہ ایام بیان ہمارے پاس ہی گذار چاہئیں۔

حکیم نور الدین صاحب۔ یہ تو آج ہی رخصت ہوئے تھے۔ مگر رات کو میں کہہ لیا ہے۔

حضرت اقدس۔ جب رخصت ہمارے لئے تھی۔ تو پھر رخصت کے ایام ہمیں پاس ہی گزائے چاہئیں عیسائی قاضی صاحب۔ اتنی فرصت نہیں۔ زیارت مقصود تھی سو ہو گئی حضرت اقدس۔ ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کر کے۔ اب پھر کیا صلہ ہے۔ کتنے دن رہو گے۔

عیسائی قاضی صاحب۔ نے پھر جلدی چاہنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت اقدس۔ یہ مہانداری کے ادب کے خلاف ہے۔ اور آپ کے ارادے کے بھی برخلاف ہے۔ کہ استاذ جلدی کیجاوے۔ میرا ارادہ جمہرات کو ہلاکوٹ جانے کا ہے تب تک نہیں۔ پھر اگلے چلین گے۔

اس اشار میں نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت اقدس نے حکم فرمایا کہ اپنی خواہگاہ اور رستہ اور خوراک وغیرہ کا اہتمام بہت طور سے کر دیا جاوے۔ کہ کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور ہر سہ صاحبان تشریف لے گئے۔ دوسرے دن احمدی عمارت اور گارخانوں کو دیکھ کر رخصت ہو گئے۔

ایک یا شخص کا ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ انسان حالت تندرستی میں صحت کی قدر نہیں کرتا۔ کہ ان آیات میں اپنے تعلقات اللہ تعالیٰ سے مضبوط کرے۔ تاکہ ہر طرح وہ اس کا حفظ و ناصر ہو اور بیمار ہو جائے۔ تو پھر دوبارہ صحت اس لئے طلب کرتا ہے۔ کہ اپنی دنیا کے امور میں مبتلا ہو۔ اگر اس کا ارادہ خدمت دین ہو۔ تو اس کا صحت کا طلب کرنا گویا مثلے آبی کے مطابق ہوگا۔ اسی بیماری کی نسبت ذکر ہوا۔ کہ اس نے کئی سو روپیہ لوگوں سے لینا ہو مگر صرف چند روپیوں کے کاغذات ہیں۔ باقی تمام زبانی لین دین ہے۔ اور اس کی دوڑ لگیان ہیں۔

بعض احباب نے تجویز کیا۔ کہ جو کچھ قوم لوگوں کے ذمہ ہیں اور وہ تحریر میں نہیں آئیں۔ تو چاہیے۔ کہ اب وہ آدمی گواہ مقرر کرے اس کی زندگی میں وہ رقمیں ان مقروضوں سے منوالی جاوے اور تحریر کرالی جاوے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اس کی ضرورت کو پیش کرنی چاہیے۔ یہ بڑے ثواب کی بات ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اگر وہ مر جائے۔ تو بیچاری رٹکیوں کو ہی کچھ فائدہ پہنچ جاوے۔ یہ میں نے اس لئے لکھا ہے۔ کہ اس قسم کی احتیاطوں کو آپ نازک موقعوں پر مد نظر رکھا جاوے۔ اور سہل انگاری سے ان معاملات کو ترک نہ کیا جاوے۔ (ایڈیٹر)

ابن اسلام کی وحدت اور اخوت پر ذکر ہوا۔ کہ عیسائیوں نے بھی اس خوبی کو تسلیم کیا ہے۔ کہ مسلمان لوگ جب مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں۔ تو ان میں بادشاہ اور امیر و غریب کی کوئی تمیز نہیں رہتی۔ اور کسی کو حق نہیں۔ کہ کسی قسم کا امتیاز کرے۔ حالانکہ عیسائیوں کے گرجے اس سے محروم ہیں۔ خاص انگریزوں کے گرجوں میں عام عیسائی لوگ داخل نہیں ہو سکتے۔ یہ گرجوں میں درجہ بدرجہ چکیاں لگی ہوتی ہیں۔ اور رومن کیتھولک تو نشست گاہوں پر نام بھی لکھ دیتے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ مسلمانوں کے معبد میں یہ ایک بے نظیر نمونہ ہے کہ سب کو یکساں نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مولانا حکیم نور الدین صاحب نے عرض کی۔ کہ ہماری مسجد میں تو خود امام الوقت بھی مقتدی بنکر نماز پڑھتا ہے۔ اس میں یہ سر ہے۔ کہ امت محمدیہ کی استقامت شان ہے۔ کہ مسیح بھی اس کا مقتدی ہے۔ اور اس امت کے صالح لوگ اس کے امام ہیں۔

قادیان کے مہمان خانہ
میتعلق ضروری نوٹ

مہمان کی تواضع کے متعلق اپنے فرمایا۔ کہ نگر خانہ کے منہم کو تاکید کر دیا جاوے۔ کہ وہ ہر ایک شخص کی احتیاج کو مد نظر رکھے۔ مگر چونکہ وہ اکیلا آدمی ہے اور کام کی کثرت

ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اسے خیال نہ رہتا ہو۔ اس لئے کوئی دوسرا شخص یا دو لادیا کرے۔ کسی کے سینے کپڑے وغیرہ دیکھ کر اس کی تواضع سے دست کش نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ مہمان تو سب یکساں ہی ہوتے ہیں۔ اور جوئے ناواقف آدمی آتے ہیں۔ تو یہ ہمارا حق ہے۔ کہ ان کی ہر ایک ضرورت کو مد نظر رکھیں بعض وقت کسی کو بیت الخلا کا ہی پتہ نہیں ہوتا۔ تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے ضرور ہے۔ کہ مہمانوں کی ضروریات کا بڑا خیال رکھا جاوے۔ میں تو اکثر بیمار رہتا ہوں اس لئے مغدور ہوں۔ مگر جن لوگوں کو ایسے کاموں کے لئے قائم مقام کیا ہے۔ یہ اون کا فرض ہے۔ کہ کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دین۔ کیونکہ لوگ صدمہ اور ہزار ہا کوس کا سفر طے کر کے صدق اور اخلاص کے ساتھ تحقیق حق کے واسطے آتے ہیں۔ پھر اگر ان کو یہاں تکلیف ہو۔ تو ممکن ہے۔ کہ رنج پہنچے اور رنج پہنچنے سے اعتراض بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح سے ابتلا کا موجب ہوتا ہے۔ اور پھر گناہ میزبان کے ذمہ ہوتا ہے۔ بیان کیا گیا۔ کہ حضور بعض لوگ جو ساغر خانہ میں نو وارد لوگوں سے مذہبی مناظرے شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس میں وہ اپنے خیال اور رائے کے موافق کلام کرتے ہیں۔ جو کہ بعض اوقات بے محل اور حضور و مشائخ کے خلاف بھی ہوتی ہے اور فوٹو لائی آدمی اس سے اندازہ لگاتا ہے۔ کہ یہاں کے لوگوں کا یہی مشرب ہوگا۔ حالانکہ یہ بالکل غلطی ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ نو واردوں کے لئے ابتلا ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے تجویز فرمایا۔ کہ اس قسم کی کلام مہرگز نہ ہونی چاہیے۔ ہمارے بعض مناظرین کو چونکہ نصائے کے ساتھ کلام کرنی پڑتی ہے اور جب وہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کرتے ہیں۔ تو محل اور موقع کے لحاظ سے ان کو بیوہ کی نسبت اسی قسم کے ثبوت دینے پڑتے ہیں۔ اور وہ متفضلے وقت ہوتا ہے۔ مگر ہر ایک آدمی اس کا اہل نہیں ہے۔ اور دوسرے لوگ اکثر کسی نبی کی شان میں بھی کوئی کلمہ گستاخی یا بے ادبی کا استعمال کرتے ہیں۔ تو وہ گناہ کرتے ہیں۔ یہ کبھی نہ گمان کرنا چاہیے۔ کہ حضرت مسیح یا دوسرے انبیاء ایک معمولی آدمی تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقرب تھے۔ قرآن شریف نے مصلحت اور موقع کے لحاظ سے ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک لفظ اس قسم کا بیان فرمایا ہے۔ کہ جہاں آپ کے بہت سے انوار و برکات اور فضائل بیان کئے ہیں وہاں بشر شلکم ہی کہہ لیا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ان حضرت فی الواقع ہی عام آدمیوں جیسے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ ان کی شان میں اس لئے استعمال فرمایا۔ کہ دوسرے انبیاء ان کی طرح آپ کی پرستش نہ ہو۔ اور آپ کو خدا نہ بنایا جاوے۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے۔ کہ آپ کے فضائل

دراستہ ہی سب کر کے جادین۔ آخر کار تجویز ہوا۔ کہ ایک صاحب فی وجاہت و فی اثر کے ہاتھ میں مہمانوں کی تواضع کا اہتمام دیا جاوے۔

۳۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء

تصاویر کی طرف کثرت توجہ پر حضرت مسیح علیہ السلام کی ناراضماندی

Digitized by Khilafat Library

۳۲۔ اکتوبر کو ظہر کے وقت مفتی محمد صادق صاحب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص کی تحریری درخواست بذریعہ کاڈ کے ان الفاظ میں پیش کی۔ کہ یہ شخص حضور کی تصویر کو خط و کتابت کے کارڈوں پر چھاپنا چاہتے ہیں۔ اور اجازت طلب کرتے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں تو اسے ناپسند کرتا ہوں۔ یہ الفاظ جا کر میں نے اپنے کانوں سے سنے لیکن حضرت مولوی نور الدین صاحب اور حکیم فضل الدین صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ اس سے پیشتر آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔ کہ یہ بدعت بڑھتی جاتی ہے۔ میں اسے ناپسند کرتا ہوں حضور علیہ السلام کی یہ ناپسندیدگی آپ کے اعلان کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ آپ نے اپنی شبیہ مبارک کو بہ حیثیت امام اور مجدد اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خاص مصلحت سے طیار کر دیا۔ جس سے آپ کی غرض یہ تھی۔ کہ یورپ اور امریکہ وغیرہ بلاد کے قیافہ شناس دماغ من کو انسان کی شکل و شبہات دیکھ کر اس کی تقویٰ۔ طہارت۔ راستی۔ اور روحانی بلوغ کے اندازہ کرنے کا ملکہ ہے۔ وہ اس سے مستفید ہوں۔ اور عدم معرفت کی وجہ سے صرف حضور کے دعاوی شکر ادا کر دینے سے شکر نہ کہادین۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس کے بعد آپ کے بعض مریدین کا خیال جن میں سے ایک میں خود بھی ہوں اس کی کثرت استعمال اور تجارتی منفعت کی طرف متقل ہو گیا۔ لیکن تاہم اپنے دوست میان نجی بخش صاحب کلرک شملہ اور محسن اور مرئی حضرت حکیم نور الدین صاحب کے خیالات مبارکہ اشاعت تصاویر کے سننے سے میرے اپنے خیال کی اصلاح ہوتی رہی۔ جسے کہ میری نیت میں اس اصل غرض اور مصلحت کی تکمیل کی طرف خیال غالب ہونے لگا۔ اور دوسرے شبہ کم ہونے لگے۔ یہاں تک کہ اب خود حضرت امام الزمان علیہ السلام کی زبان مبارک سے اس کی کثرت کا بدعت ہونا کھل گیا۔ الحمد للہ کہ ایک بڑی غلط خیال کی اصلاح ہوئی۔ اور اسی وجہ سے آج کی تاریخ سے میں انکی امام اشاعت اور فروخت کا دروازہ

جیسا کہ پر غم کا نظریہ جو رتو آتسو کفل سے ہے۔ اسی سے شریعت
تجربہ کا مدار ایک شہادت پر نہیں رکھا۔ جیسا کہ دوسرا گواہی
نہ ہو۔ پس جب تک ظاہر و باطن ایک شہادت تک پہنچے نہیں
تک۔

پوچھا کہ آپ کیسے ایسے ہونے فرمایا۔ رفتن بہ ارادت و
دن بہ اجازت۔

طاہر کے ذکر پر خیر۔ کہ لوگوں کی شقاوت کی ایک یہ
نشانی ہے۔ کہ نزولِ بلا پر جو بے اس کے کہ استغفار کریں۔
چھوٹی تا دیوں سے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ
سیانِ یاری ہوا ہی کرتی ہے۔ یہ دہشت کی علامت ہے یہی
وہ لوگ اس میں تصرف الہی کو نہیں سمجھتے۔ پہر یہ تاویل کرتے
ہیں کہ دیکھو چین اور لنڈن میں نہیں۔ کچھ تو کو یہ خیال
نہیں کہ ایسے نفس کی اصلاح اور فکر کریں۔ اور چین اور
لنڈن کی فکر بڑھاتی ہے۔

تقریر حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب قہ کہ اپنے یہ
حیثیت میں مجلس ہونے کے ۲۲ ویں جلسہ کو مقام
سیالکوٹ میں جلسہ میں فرمائی۔

مستر شیخین صن اندرین جو امریکہ میں احمدی جماعت میں
شامل ہوئے ہیں اور اپنے حضرت اقدس کے دعاوی سمیت مہذب
کو قبول فرمایا ہے۔۔۔۔۔ درخواست کی ہے کہ میرا نام
بزمہ مبایعین درج کیا جاوے۔ انکی یہ حالت حضرت کی خدمت
میں بیان کئے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو کھدیا جاوے کہ
مومن جو قوی الایمان ہوتا ہے۔ اسے خدا کیلانیں چھوڑتا
قوت ایمانی ایک جانب اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس سے ہمیشہ
کام آتے رہیں۔ اور دعا اور کوشش کریں کہ اکیلے نہ رہیں
کیونکہ اکیلے کو بہت سے خطرات کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور شیطان
اس پر ہر طرف سے حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تبلیغ بھی کرتے رہیں
اور اپنی عالمی اور ملی کو حالت کو درست رکھیں۔ کیونکہ امریکہ
میں وہ انسان ہمارے جماعت کے ہیں۔ جو کہ بطور پیشرو کے
ہون گے۔

Digitized by Khilafat Library

۴۴ - اکتوبر ۱۹۰۴ء

ہر ایک حالت کے لئے ایک ظاہری عمل کا نشان ضرور ہوتا ہے

طہر و باطن و دوشہاد توں کا اتفاق ضروری ہے۔

ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق عطا فرماوے۔ آمین
حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب نے یکمیشروم کرنے سے پہلے
قرآن شریف کا ایک حصہ یا ایھا الذین امنوا تقوا اللہ
ولتتنظروا نفساً ما وقد مت لعدہ۔ الخ تبرکاً
پڑھ کر سنایا۔ اور پھر یکمیشروم کیا۔

اس لیکچر میں سب سے اول حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی سابقہ لاہور والی زبانی تقریر کے ایک ضروری حصہ کو صاف کیا۔ جس پر بعض نا فہم اور جلد باز اخبار نویسوں نے ٹھوکر کھائی تھی۔ یہ لاہور والی زبانی تقریر اگرچہ روزانہ سپہ اخبار اور روزانہ اخبار عام وغیرہ میں چھپی تھی۔ لیکن کل تقریر میں سے ایک خاص فقرہ پر عدم توجہی کی وجہ سے بعض اخباروں نے بہت ہی نامتو لکھنے والے کے نام پر اور میں نے جہاں تک غور کیا ہے۔ یہ اپنی اپنی جلد بازی کا نتیجہ ہے۔ اور غالباً اس ٹھوکر کا باعث بننے والے نگار یا کوئی ایسا شخص ہے جس نے تقریر کو ضبط یا نقل کرتے وقت اس بات کو ذہن سے بالکل اتار دیا کہ ابھی اس تقریر سے پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے لیکچر میں کیا فرما چکے ہیں اور کل مذاہب موجودہ کے راست باز مادیوں کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے۔ وہ الفاظ جو ان لوگوں کی ٹھوکر کا باعث ہوئے۔ یہ ہیں۔ یاد رکھو۔ کہ میرا مذہب نہیں کہ اسلام کے سوا سب مذاہب جھوٹے ہیں۔ سب کا اول یہ سپہ اخبار میں شائع ہوئے۔ اور اس کے بعد اخبار عام میں دیکھے گئے۔ اور صرف اپنی الفاظ پر حیرت صاحب کو مبنیٰ کے پھوٹے پھوٹے کا موقعہ مل گیا۔ اور اس سے یہ سمجھ لیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی مذہب ہے۔ کہ اسلام کے سوا اور کوئی مسند مذاہب ہیں۔ وہ بھی سچے ہیں۔ اور اپنی محبوب مخلوق کی وجہ سے یہ نہ سمجھ آئی۔ کہ ابھی جو شخص دو عظیم الشان مذاہب عیسائی اور آریہ مت کو باطل ٹھہرا چکا۔ اور ان کے عقاید اور اصول کو غلط ثابت کر چکا ہے۔ کیا اس کا یہ مذہب ہو سکتا ہے۔ یہ سب مذاہب ہی حق پر ہیں۔ اگر یہی بات ہے۔ تو اس کے دیکھنے والوں کو کیا فائدہ ہوا۔ اور اسی غرض سے جب ہم تقریر کو صاف کرتے ہوئے اس موقعہ پر آئے۔ تو البتہ نمبر ۲۴ مورخہ ۲۸ اگست صفحہ ۲۰ کا م ۳۰ سطر ۶ پر ہم نے یہ الفاظ لکھے۔ کہ میرا یہ مذہب نہیں۔ کہ اسلام کے سوا سب مذاہب کی اصل جھوٹی ہے۔ کہ جس کے تابعین کے لئے کسی قسم کی ٹھوکر کا موجب نہ ہوتا اور حضرت مسیح موعود کے پاک عقاید اور خیالات سے بہرہ حاصل ہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قسم کے الفاظ ضرور فرمائے تھے۔ کہ جن سے کسی قسم کی تفسیر باطل میں نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد میں نے جب میگزین نیو یارک ریویو میں پڑا۔ تو میرے خیال کو اس طرح متحیر کیا۔ کہ یہ جھوٹی۔ کیونکہ اس میں حضرت اقدس کے اس خیال کو ان الفاظ ظاہر فرمایا ہے۔

و اس وقت میں ایک اور امر کا بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں